دینی مدارس اسلام کے قلعے

گلستان خان فاروقی

اللہ تعالیٰ کی وسیع کائنات میں انسان بھی ایک مخلوق ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بنیادی مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ سے ہے: ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون O﴾

جب انسانی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی ہے تو اس عبادت کے لئے ایک رہنما کتاب اور معلم کی بھی ضرورت پڑی، انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے لے کر سید المرسلین خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک ایسے وقت میں ہوئی کہ انسانیت کا نام ونشان ڈوب رہا تھا۔ ہر طرف ظلم وزیادتی کا سیلاب انسانیت کو خس وخاشاک کی طرح بہا چکا تھا۔تقدیر خداوندی کے مطابق دنیا کو اپنی مقررہ مدت تک چلانا باقی تھا ،اس لئے ایک داعی حق وصالح نظام کی ضرورت کے پیش نظر دوبارہ انسانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک برگزیدہ ہستی کو مبعوث کیا گیا، جس پر عرش وفرش کا ناز، جو شفقت اور رحمدلی میں بے مثال، اخلاق حسنہ کا نمونہ، آسمان کا تارہ، فضا کی معطر ہوا، زمین میں رحمتوں کا منبع، سب کا سہارا تھی، (محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ ہی کی ذات تھی) جن کے استاد جبرائیلؑ جن کی تعلیم وحی الٰہی، اور درسگاہ مسجد نبوی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے بعد ایک الگ اسلامی ریاست (Islamic State) اور صالح سوسائٹی کی تشکیل دینے کی کوشش کی تاکہ عوام کو عملی طور پر اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن سے ہجرت کرنا پڑی، اذیتوں کے بعد مدینہ منورہ مسلمانوں کے لئے ایک اسلامی ریاست کے طور پر تمام مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ ثابت ہوا۔اسلامی تعلیمات کا رسمی آغاز صفہ نامی چبوترے سے ہوا جس کی حیثیت ایک مدرسے کی تھی۔

تعلیم کسی بھی قوم کی تہذیبی اور تمدنی روایات کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ تہذیب کے گیسو سنوارتی ہے اور ملک کے کلچر کو پروان چڑھانے کے لئے تشکیل پاتی ہے۔ اس لئے ہر زندہ قوم اپنے تشخص اور ملی وجود کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے نظام تعلیم کو اس رنگ و ڈھنگ سے مرتب کرتی ہے کہ اس میں اپنی ثقافت کی روح بھی پھونک دیتی ہے اور اپنے مزاج کو بھی سمو دیتی ہے۔ تاکہ معاشرہ میں ہر فرد کی عملی و فکری تعمیر اس کی ثقافت اور اقدار پر پختگی کے ساتھ ہو جائے اور خاص کر نئی نسل جو مستقبل میں ملک و ملت کی باگ دوڑ سنبھالنے یا کسی بھی سطح کی عملی زندگی میں قدم رکھے تو اپنے بنیادی عقائد و نظریات اور اساسی افکار، خیالات کی اس خوش اسلوبی سے خدمت کرے کہ وہ اپنا اسلامی تشخص اور ملی وجود برقرار رکھ سکے۔

معاشرے میں ہر فرد کی اصلاح کے حوالے سے مدارس دینیہ نے اپنی ذمے داری ہر دور میں نبھانے کے لئے یہ تاریخی مروجہ سلسلہ تاحال جاری رکھا ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں مدارس مدرسہ کی جمع ہے تعلیم و تربیت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ برصغیر خاص کر پاکستان، انڈیا، ایران وغیرہ میں دینی درسگاہ کو مدرسہ اور عصری و فنون کی درسگاہ کو اسکول و یونیورسٹی کہتے ہیں حالانکہ اسکول عام ہے، دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

دنیا کا سب سے پہلا مدرسہ: چوتھی صدی کے اواخر میں نیشاپور (ایران) کے فرمانروا ناصر الدولہ نے ۳۷۸ھ میں مدارس کے لئے مستقل عمارت بنانے کی ابتداء کرتے ہوئے پہلا مدرسہ، مدرسہ بیہقیہ بنایا۔ اس سے قبل آپ ﷺ کے دور میں مدینہ کی ہر مسجد درسگاہ تھی۔ رفتہ رفتہ تمام مشہور صحابہؓ کے مکانات درسگاہ (مدارس) بن گئے۔ اس میں مشہور مکہ، دمشق، فسطاط وغیرہ علمی مراکز تھے۔ آپؐ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور ہے ان کا زمانہ مرتدین کی شورشوں کے قلع قمع میں گزرا۔ تمام فتنوں کا سدباب اس دور میں ہوا، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں تمام مفتوحہ علاقوں (ممالک) میں جگہ جگہ قرآن کا درس دینے کے لئے معلم و قاری کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ حمص میں، حضرت معاذ بن جبلؓ فلسطین میں، حضرت ابودرداءؓ دمشق میں، ایک معلم کی حیثیت سے مقرر کئے گئے۔ ان کی تعلیم سے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو کر نور ایمانی سے منور ہوتے تھے۔ اس عہد میں قرآن و سنت کے علاوہ علم فقہ (بطور قانون) کی بھی اشاعت و ترویج ہو رہی تھی، اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن قاسم شام میں، حضرت عبداللہ بن معقلؓ، حضرت عمران بن حصینؓ مدینہ میں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مصر میں فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اس دور میں قرآن و حدیث اور فقہ کے سوا کوئی تعلیم نہیں تھی۔ قرآن کے سوا حدیث اور فقہ زبانی پڑھائی جاتی تھی، اس دور میں ایک ایک حدیث کی تحقیق اور سند حدیث کے لئے خراسان سے حجاز اور دمشق تک پیادہ سفر کی مشقتیں برداشت کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔

شمع اپنی آگ میں جلتی رہے گی رات بھر   اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے پروانے ابھی

خیر القرون سے آج تک ہر دور میں مدارس کے قیام کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک مستقل تفصیلی لمبی تاریخ ہے اوراس عنوان پر ضخیم کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ یہاں راقم الحروف اختصار کے طور پر مختلف ادوار کا حوالہ دیتے ہوئے مدارس کا تاریخی پس منظر قلم بند کررہا ہے۔

اموی دور: اس دور میں جگہ جگہ مکاتب قائم ہوگئے تھے۔ حجاج بن یوسف اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں طائف میں بچوں کو پڑھاتے تھے اوراعلیٰ تعلیم کے لئے ملک کی بڑی بڑی مساجد، مدارس وجامعات کا کام دیتے تھے۔ مکہ میں عبداللہ بن عباسؓ، مدینہ میں ربیعۃ الرائیؒ کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مشہور ائمہ امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ بھی اس حلقے کے تعلیم وتربیت یافتہ تھے۔ حجاز کے بعد دوسرا مرکز عراق تھا (جو اس وقت مسلمان حکمرانوں کی بزدلی، غفلت اور عیاشی کی وجہ سے یہود ونصاریٰ کا اڈا بن گیا ہے، مسلمانوں پر قیامت صغریٰ کی مانند آتے اورروز بمباری سے فضاء اور زمین پر آگ کے شعلے نظر آتے ہیں لیکن امت مسلمہ خواب خرگوش میں ڈوبی ہوئی ہے۔) اس دور میں کوفہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، بصرہ میں امام حسن بصریؒ اور مصر میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے مراکز تھے۔ واضح رہے کہ مدینہ کے بعد دوسرا بڑا مرکز کوفہ تھا۔ یہاں امام اعظم ابوحنیفہؒ اوران کے صاحبین کی درسگاہوں میں احکام شرعیہ کی تدوین کا اہم کام سرانجام ہورہا تھا۔ قاہرہ میں حنفی اور شافعی مدرسوں کی جگہ فاطمیوں نے درسگاہیں اورلائبریریاں قائم کیں۔ ایک لائبریری کے متعلق لکھا ہے کہ تاریخ اسلام کی سب سے بڑی لائبریری تھی۔ چالیس 40 کمروں پر مشتمل اس میں ہرقسم کی کتابیں خاص کر طبری کی تاریخ کے بارہ سو (1200) نسخے اورعلوم قدیمہ کی اٹھارہ ہزار (18000) کتابیں موجود تھیں۔ (المقریزی:۲۵۳)

پانچویں صدی: پانچویں صدی میں نیشاپور کے چار مدرسوں کا ذکر المقدسی نے کیا ہے:

۱...... البھیقیہ جس کے بانی البیہقی ۴۴۱ھ تھے۔

۲...... السعدیہ جس کے بانی امیر نصر بن سبکتگین (حاکم نیشاپور) ۳۸۹ھ تھے۔

۳...... ابوسعد اسماعیل استرآبادی کا مدرسہ۔

۴...... ابواسحٰق الاسفرائنی کے مدرسہ کے علاوہ نیشاپور کے نظام الملک نے امام الحرمین کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا۔

چھٹی صدی ہجری: اس صدی ہجری میں دو خاندان نوریہ اور صلاحیہ، اسلامی عظمت وشوکت کا نشان اور مسلمانوں کی امیدوں اورآرزوؤں کا مرکز رہے ہیں۔ نورالدین محمود زنگی ۵۶۹ھ میں دولت نوریہ کا بانی اور مصر وشام کا فرمانروا تھا۔ اس نے حلب، رحماۃ، حمص اور بعلبک میں بڑے بڑے مدرسے قائم کیے، دمشق میں دارالحدیث تعمیر کروایا، جو اسلامی دنیا کا پہلا دارالحدیث تھا۔ اسی صدی میں قاہرہ میں صلاح الدین ایوبی کے زمانے سے مدارس کی تاسیس ہوئی۔ دیار مصر میں پہلی بار مدرسہ ناصریہ کی ابتداء ۵۶۶ھ میں صلاح الدین ایوبی نے کی۔ اس سے قبل نورالدین زنگی نے دمشق اور سلاجقہ

نے بغداد میں مستقل مدرسے قائم کیئے۔اس طرح سلطان صلاح الدین نے ۵۸۹ھ میں اسکندریہ قاہرہ، بیت المقدس اور دمشق وغیرہ میں بہت سے مدارس قائم کیئے اور بے انتہا آمدنی ان پر وقف کی، اس قائم کردہ مدارس میں قاہرہ کا صلاحیہ بڑی شہرت رکھتا تھا۔تقی الدین بن دقیق العید، سراج بلقینی، حافظ ابن حجر اور قاضی القضاۃ بہاؤ الدین وقتاً فوقتاً اس میں مدرس مقرر ہوتے رہے۔

برصغیر پاک و ہند: چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی کے آغاز میں یہاں ترک، پٹھان اور مغل داخل ہونا شروع ہوئے ،لیکن اس سرزمین پر عرب تاجر اور سوداگر صدیوں پہلے سے سندھ سے لے کر گجرات تک بحیرہ ہند کے پورے سواحل پر آباد تھے،اس دور میں مسجدیں اور تعلیم قرآن کی درسگاہیں آباد تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد سے ہندوستان کے سواحل پر عربوں کی آمد شروع ہوئی۔ان کے حملے تھانہ (بمبئی) اور بھڑوچ پر ہوئے۔۹۳ھ میں مسلمانوں نے سندھ پر حملہ کیا۔یہ خطہ تیسری صدی ہجری کے آغاز تک عربوں کے قبضے میں رہا۔اس زمانے میں سندھ اور ملتان اسلامی علوم کے مراکز تھے۔

غوری خاندان: سلطان شہاب الدین محمود غوری کا بیشتر زمانہ جنگوں میں گزرا۔اس کے ساتھ ساتھ وہ فنون وعلوم کا مربی تھا۔۵۸۷ھ میں اجمیر فتح کیا تو متعدد مساجد و مدارس تعمیر کرائے ،لیکن افسوس اس بناء پر ہے کہ آج حکمران اور سائنس دان میزائلوں کے نام تو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں،لیکن ان کے دیگر کارنامے مساجد ومدارس کی تعمیر تو دور کی بات عدم توجہی کے باعث ان سے گھن کھاتے ہیں۔کاش ان کے نقشِ قدم پر مکمل اترتے۔

دریا میں جزر و مد بھی ہے طغیانیاں بھی ہیں　　دل ہے تو دل کے ساتھ پریشانیاں بھی ہیں

خلجی خاندان: ساتویں صدی ہجری کے اس دور کی مشہور شخصیت علاؤ الدین خلجی اگرچہ خود زیادہ پڑھے ہوئے نہ تھے لیکن وہ علم کے شائق ضرور تھے۔انہوں نے بہت سی بڑی مساجد اور خوبصورت مدارس اور مقبرے وغیرہ تعمیر کرائے، سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء اس عہد سے تعلق رکھتے تھے۔

شیر شاہ سوری: ۹۴۶ھ (1539ء سے لے کر 1545ء تک) ان کا عہد حکومت ہندوستان کی تاریخ کا ایک بابرکت زمانہ تھا،اس دور میں مدارس کے قیام کے ساتھ ساتھ عوام کے لئے رفاہی کام بھی بہت ہوئے۔

جب سلطان سلیم اول نے 1561ء میں پہلے شام پھر مصر پر قبضہ کرلیا،اس کے ساتھ ہی مذہبی اور دیندار مسلمانوں پر آزادی کا آفتاب ایک بار پھر طلوع ہونے لگا،اور مدارس میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہونی شروع ہوگئی۔

شام میں ترکوں کے اولین عہد میں مدارس قائم ہوئے۔کچھ مدارس یہ ہیں: (۱)......مدرسہ مرادیہ نقشبندیہ (۲)...... مدرسہ سلیمانیہ (۳)......مدرسہ عربیہ 1961ء سے مدینہ طیبہ میں جامعہ اسلامیہ قائم ہوا،جس میں تمام مسلم ممالک کے طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ابتدائی درجوں سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

سلطان عبدالحمید خان ثانی کے دور میں مدرسے بڑھ رہے تھے، آخری وقت میں صرف استنبول میں ۵۰۰ مدارس دینیہ قائم تھے، جس میں ۴۰ ہزار طلباء تعلیم پا رہے تھے، ۱۹۰۸ء میں سلطان کی معزولی کے بعد حکومت ترک نوجوانوں کے ہاتھ آ گئی۔

فاطمی امراء نے ۳۵۸ھ میں مصر فتح کیا اور قاہرہ میں ۹۸۰ء کو جامع مسجد ازہر کی بنیاد رکھی، یہ عالم اسلام کی سب سے بڑی اور قدیم یونیورسٹی کے طور پر جانی جاتی ہے۔ اسی طرح ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں برصغیر پاک وہند دہلی میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مدرسے کی بنیاد رکھی۔ آپ نے دین اسلام کے خلاف تمام تر سازشوں اور رکاوٹوں کو بے نقاب کرتے ہوئے ان کا مکمل سد باب کیا۔ انہوں نے علم کے جوہر کی بدولت مختلف مناظروں میں عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ پر عقلی ونقلی دلائل سے اپنی برتری ثابت کر دی۔ اس مدرسے نے امت مسلمہ کی بے مثال ہستیوں کو جنم دیا اور ایک ایسی تعلیم دی کہ صدیوں تک ان کی برکات اور اثرات جاری رہیں گے۔ دارالعلوم دیوبند نے معاشرے کی اصلاح کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں اصحاب الرجال پیدا کئے۔ یہاں صرف درس نہیں بلکہ دین کے مختلف شعبوں تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، تزکیہ وتربیت، جہاد، سیاست اور طب وغیرہ کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔

شادباش وشادزی اے سرزمین دیوبند   تو نے عالم میں کیا اسلام کا جھنڈا بلند

آج دارالعلوم دیوبند کی خدمات کسی سے مخفی نہیں، وہ برصغیر میں ام المدارس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت جامعہ کے اساتذہ عملہ کی تعداد ۲۷۰ ہے، کل طلباء ۳۵۰۰ ہیں، شرکاء دورہ حدیث ۹۰۰، شرکاء موقوف علیہ ۶۹۰، کتب خانے کی کتابیں دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰)، فتاوی کی تعداد آٹھ لاکھ (۸۰۰۰۰۰) جامعہ کا حدود اربعہ اور رقبہ ۱۱۸ ایکٹر زمین پر مشتمل ہے۔ یہاں سے فاضل علماء کی تعداد چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) اس کے سالانہ مصارف اور اخراجات ۵،۸۰،۰۰۰،۰۰ ہیں۔

پاکستانی مدارس: پاکستان میں دینی مدارس کے بارے میں مکمل معلومات جمع کرنے کے لئے مختلف سروے کرائے گئے ہیں، جنرل ضیاء الحق کے دور ۱۹۷۹ء میں پہلا سروے کیا گیا، اس رپورٹ کے مطابق پاکستان میں کل ۱۷۴۵ دینی مدارس ہیں۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء کے ایک جائزے کے مطابق ۴ ہزار مدارس عربیہ میں ۵۴۰۰۰۰ طلباء زیر تعلیم تھے۔ اسی طرح ۱۱ اگست ۲۰۰۰ء کو دی ٹائمز آف انڈیا "The Times of India" نے ایک رپورٹ شائع کی اس کے مطابق ساڑھے سترہ لاکھ ۱۷۵۰۰۰۰ ہزار ظاہر کیے تھے؟ اس کے برعکس عصری اداروں کے بارے میں رپورٹ ہے کہ ملک بھر میں تیئس ۲۳ یونیورسٹیاں کالجز اور اسکول کی تعداد ہزاروں میں مجموعی طلباء کی تعداد سولہ لاکھ ۱۶۰۰۰۰۰ ہے۔ یاد

رہے کہ ان میں پرائیویٹ اداروں کو شمار نہیں کیا گیا ہے، پاکستان کے قدیم اور اہم مدارس میں سے دارالعلوم کراچی، جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ کراچی، جامعہ اسلامیہ (کلفٹن) کراچی، جامعۃ الرشید کراچی، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)، جامعہ اشرفیہ (لاہور)، جامعہ امدادیہ (فیصل آباد)، جامعہ فریدیہ (اسلام آباد) خیر المدارس ملتان، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جامعہ اشرف المدارس اور جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا کے علاوہ بہت سے بڑے مدارس موجود ہیں، یہاں سب کا ذکر کرنا ناممکن ہے۔ یہ تمام مدارس ایک بورڈ وفاق المدارس جو ۱۹۵۸ء کو وجود میں آیا، سے منسلک ہیں۔

مدارس کا نصاب اور مغربی سازش: مغربی دنیا خاص کر امریکہ اور برطانیہ کے علاوہ دیگر یہودی اور نصرانی قوتوں کی تمام تر توانائیاں اور جدید مشنری مدارس دینیہ کے خلاف کوششوں میں منہمک ہیں تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے مدارس کو متنازعہ اور بدنام کیا جائے۔ مدارس پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ ان کا نصاب جامع نہیں ہے۔ ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ عصری اداروں میں مختلف مضامین ہیں، مثلاً میڈیکل، انجینئرنگ وغیرہ ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ نصاب ہے ہیں، ایک اسٹوڈنٹ میڈیکل پڑھتا ہے تو انجینئرنگ سے محروم ہوجاتا ہے۔ اگر وہ بیالوجسٹ بننا چاہتا ہے تو جیالوجسٹ نہیں بن سکتا۔ اسی طرح فارمیسی کے اسٹوڈنٹ ہسٹری سے نابلد ہوتے ہیں۔

اسی طرح دینی مدارس ایک مستقل شعبے کی مانند ہیں۔ ان کے نصاب میں بیک وقت تمام مضامین ناگریز کیوں؟ وفاق کے نصاب میں تفسیر، حدیث، اصول فقہ، ادب، فلکیات، عرضیات، ریاضی، انگلش، سائنس، معاشرتی علوم، گرامر، لغت، حکمت اور منطق وغیرہ شامل ہیں۔

جب تک یہ مدارس موجود ہیں، تب تک ہمارا رہن سہن، کردار، اخلاق ہماری تعلیم وتربیت اور سب سے بڑی بات ہمارا ایمان محفوظ ہے۔ اور ان مدارس سے ہمارے بہت سے دینی ونیوی مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ ان کا وجود معاشرے میں لہو کی مانند ہے، جب تک مدارس اور اہل مدارس باقی رہیں گے تب تک اللہ اور اس کا نام اطراف عالم میں گونجتا رہے گا، اور جب یہ ختم ہوجائیں گے اور کوئی متنفس بھی اللہ کا نام بلند نہیں کرے گا تو دنیا کے خاتمے کا اعلان کردیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مدارس اور اہل مدارس کی فتنوں اور شرور سے حفاظت فرمائیں۔ آمین

☆......☆......☆

عارف باللہ شیخ ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ اسم اعظم کون سا ہے؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا: کیا تم اپنے دل کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! تو انہوں نے فرمایا: جب تم یہ دیکھو کہ تمہارا دل خدا کی طرف متوجہ اور نرم (ترساں ولرزاں) ہوگیا ہے تو اس وقت اسی کیفیت واستغراق کی حالت میں اپنی حاجت مانگو، یہی (انابت الی اللہ) اسم اعظم ہے اور یہی گھڑی قبولیت کی ہے۔ (مظاہر حق)